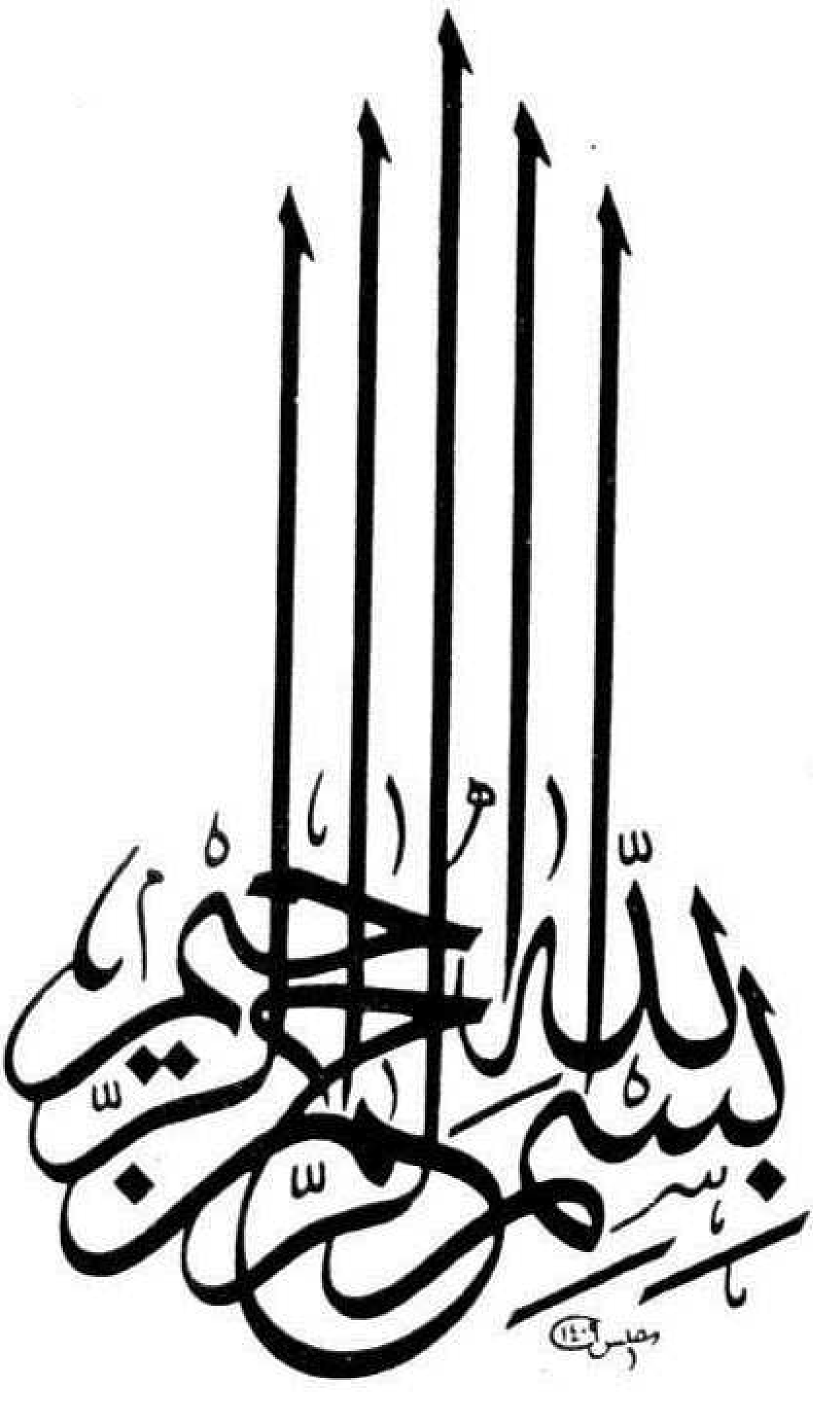
بسم الله الرحمن الرحيم

علم کی فضیلت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
وَالرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ وَ کَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ (مائدہ:۴۴). وقال الله تعالیٰ فی مقام اخر کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَo (آل عمران:۷۹) وقال رسول الله ﷺ العلماء ورثة الانبیاء.
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

عارضی اور دائمی زندگی

دنیا میں ہر انسان عزت بھری زندگی چاہتا ہے۔ عزت دو طرح سے ملتی ہے۔ ایک مال سے اور دوسری نیک اعمال سے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ جو عزت مال سے ملتی ہے وہ مال کی طرح فانی اور عارضی ہوتی ہے۔ بقول شخصے:

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اسی لئے مال کی بنیاد پر عزتیں پانے والے دنیا کے اندر بہت جلدی جوتوں میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ہم نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے کہ ایک آدمی آج صدر ہے کل ملک بدر ہے، آج امیر ہے کل فقیر ہے، آج وزیر ہے کل اسیر ہے، آج وزیر اعظم ہے کل کو اسیرِ اعظم ہے۔ لہٰذا مال سے ملنے والی عزت

ڈھلتی چھاؤں کی مانند ہے۔اس کے بالمقابل جو عزت نیک اعمال سے ملتی ہے وہ دائمی ہوتی ہے کیونکہ نیک اعمال باقیات الصالحات میں سے ہوتے ہیں۔ نیک اعمال کے لئے انسان کو علم کی ضرورت ہوتی ہے گویا جو انسان علم حاصل کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت کی عزتیں پاتا ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر برتری

اللہ رب العزت نے جب اس کائنات کو سجانا پسند فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا:

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ:۳۰)

(میں زمین میں اپنا ایک نائب بنا رہا ہوں)

فرشتوں نے عرض کیا، پروردگار عالم! آپ ایسے آدمی کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون بہائے گا۔ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ہم آپ کے نام کی تسبیح اور تقدیس بیان کرتے ہیں، یعنی جب ہم عبادت کرتے ہیں تو پھر کسی اور کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ فرشتو! میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو علم عطا کیا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا (البقرۃ:۳۱)، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم الاسماء یعنی علم الاشیاء عطا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام سناؤ۔ وہ کہنے لگے سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○ (البقرہ:۳۲) یعنی ہم تو ان چیزوں کے نام نہیں جانتے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں

نے اسی وقت ان چیزوں کے نام بتا دیئے۔

سیدنا آدم علیہ السلام کا انعام

سیدنا آدم علیہ السلام اس امتحان میں پاس ہو گئے۔ یہ دستور ہے کہ جب بھی کوئی امتحان میں پاس ہوتا ہے تو اسے انعام ملا کرتا ہے۔ بلکہ دنیا والے کوشش کرتے ہیں کہ ایسا انعام دیا جائے جو کہ مدتوں یاد رہے۔ وہ اس مقصد کے لئے سٹرفکیٹ اور شیلڈ بنا کر دیتے ہیں۔ تا کہ وہ طالبعلم انہیں یادگار کے طور پر اپنے گھر میں لگائے اور بھرپور زندگی یاد رکھے کہ میں نے نمایاں کامیابی حاصل کیا تھی۔ پروردگار عالم نے بھی سیدنا آدم علیہ السلام کو امتحان میں پاس ہونے پر جو انعام دیا اسے رہتی دنیا یاد کرے گی۔ وہ انعام یہ تھا کہ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو ''مسجود الملائکہ'' بنا دیا۔ اتنا بڑا انعام!!! یہ حق تو اللہ رب العزت کا تھا مگر مالک کو اختیار ہے۔ چنانچہ فرشتوں کو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔

سجدہ کرنے میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پہل

حدیث پاک میں آیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے اس کے بعد دوسرے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ لیکن شیطان مردود نے انکار کیا اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (البقرہ:۳۴) اس نے تکبر کیا اور کافر بن گیا۔

دو اہم باتیں

یہاں پر دو باتیں سمجھنے کے قابل ہیں۔ چونکہ روایات میں آتا ہے کہ

حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سب سے پہلے سجدہ کیا اس لئے ان کو یہ اعزاز ملا کہ اللہ رب العزت نے ان کی پیشانی پر پورے قرآن مجید کو لکھوا دیا۔ اسی بنا پر علماء نے لکھا ہے کہ علم ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ عالم کو تو عزتیں ملتی ہی ہیں جو شخص کسی عالم کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بھی انعام کا مستحق بن جاتا ہے۔ ایک انعام حضرت آدم علیہ السلام کو علم کی وجہ سے ملا تھا جو کہ بہت بڑا انعام تھا۔ اور جنہوں نے عالم (حضرت آدم علیہ السلام) کا اکرام کرتے ہوئے سب سے پہلے سجدہ کیا اللہ رب العزت نے ان کو بھی انعام سے نواز دیا۔ اور جس نے عالم کا اکرام نہ کیا وہ عزازیل تھا۔ اس نے دنیا کے چپے چپے پر سجدہ کیا۔ اس کی زندگی اتنی عبادت سے بھری ہوئی تھی مگر اس نے ایک عالم (حضرت آدم علیہ السلام) کی بے ادبی کی اور مقابلہ پر آ گیا اور کہنے لگا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف: ۱۲) میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ میں آگ سے بنا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ رب العزت نے اسے پھٹکار دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ بن گیا۔ فرمایا اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (ص: ۷۸) بے شک تمہارے اوپر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔

علم کا مقام

اللہ رب العزت کے ہاں علم کا بڑا مقام ہے۔ کہاں آدم علیہ السلام جو مٹی سے بنے اور کہاں فرشتے جو نور سے بنے۔ اور نور سے بننے والی بھی وہ مخلوق جو ہر وقت اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَا. یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ۔ اللہ کے

پاس جو بھی فوق العرش مخلوق ہے وہ ہر وقت اللہ رب العزت کی تسبیح بیان کر رہی ہے، ان کے ہاں افطار نہیں ہے۔ سبحان اللہ، کہاں یہ خاک اور کہاں وہ عالمِ پاک۔ مگر علم ایک ایسی نعمت تھی جس نے اس خاک کو اس عالم پاک کا بھی مسجود بنا دیا۔ دستور یہ ہے کہ اندھیری رات میں جگنو کی روشنی بھی اچھی لگتی ہے۔ علم کتنی لاجواب نعمت ہے کہ تھوڑی سی بھی ہو تو پلہ بھاری رہتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت آدمؑ کو علم الاسماء یعنی علم الاشیاء حاصل ہوئے پھر یہ انعام ملا تو پھر جس انسان کو اسماء الحسنٰی کی معرفت نصیب ہوگی اسے قیامت کے دن کیا انعام ملے گا۔ اللہ اکبر کبیراً

سیدنا آدم علیہ السلام اور صنعت و حرفت کا علم

یہ کائنات زمین سے لے کر آسمان تک یعنی فرش سے لیکر عرش تک علم الٰہی کا مدرسہ ہے۔ اس مدرسہ کے سب سے پہلے معلم سیدنا آدم علیہ السلام تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ وہ اس دنیا میں زراعت اور صنعت و حرفت کا علم لے کر آئے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو زراعت اور صنعت و حرفت کا علم سکھایا اور معلم اول بنے۔

سیدنا ادریس علیہ السلام اور کتابت کا علم

ان کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام آئے۔ احادیث میں آیا ہے کہ انہوں نے دنیا میں علم کو قلم کے ذریعہ پھیلایا۔ علم بالقلم انہوں نے اس کی سب سے پہلے خدمت کی۔ ان سے پہلے علم زبانی کلامی تو دوسروں تک پہنچتا تھا لیکن قلم سے مدد نہیں لی جاتی تھی۔ لہٰذا کلام کو ضبط تحریر میں لانے کا علم سب سے پہلے دنیا میں حضرت ادریس علیہ السلام لائے۔ انہوں نے عبرانی اور سریانی زبان اور بعض

روایات، میں آیا ہے کہ عربی زبان کی بنیاد ڈالی۔سب سے پہلے حروف بنے، پھر الفاظ اور پھر پتھروں پر لکھنا شروع کیا گیا۔

سیدنا نوح علیہ السلام اور حلال وحرام کا علم

ان کے بعد سیدنا نوح علیہ السلام تشریف لائے۔ اللہ رب العزت نے ان کو لکڑی سے چیزیں بنانے کا علم دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کشتی بنائی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال اور حرام کا علم دے کے بھیجا۔ دنیا میں سب سے پہلے حلال وحرام کا علم حضرت نوح علیہ السلام لے کر آئے۔ گویا وہاں سے حلال وحرام کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ (النساء:۱۶۳) اس آیت میں سیدنا نوح علیہ السلام کا نام خاص طور پر آیا ہے۔

لباسِ شریعت کی تکمیل

گویا شریعت کی ابتداء حضرت نوح علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ جیسے چھوٹا بچہ پیدا ہوتا ہے تو پہلے دن ہی اس کو لباس نہیں پہنا دیتے کیونکہ چھوٹا سا ہوتا ہے۔ بس ایک کپڑا سا باندھ دیتے ہیں تا کہ گندگی نہ پھیلے۔ شروع میں اس کا جسم ایسے ہی بغیر لباس کے رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا ایک چھوٹا سا لباس بنایا جاتا ہے۔ جیسے اس کی عمر بڑھتی رہتی ہے ویسے ہی اس کا لباس بھی نیا بنانا پڑتا ہے۔ قد بڑھنے کے ساتھ ساتھ لباس کا سائز بھی بڑھتا رہتا ہے۔ عموماً تیس پینتیس سال کی عمر میں انسان کا جسم اتنی قد وقامت اختیار کر لیتا ہے کہ اس کے بعد اس کا لباس پوری عمر کیلئے اسی سائز کا چلتا رہتا ہے۔

یہی انسانیت کی مثال ہے کہ شروع میں انسان کو کسی چیز کا پتہ ہی نہیں تھا اس لئے اسے زراعت کا علم دیا، صنعت وحرفت کا علم دیا اور علم کو قلم کے ذریعے ضبط کرنے کا علم دیا اس کے بعد ایک وقت آیا کہ جب اسے حلال وحرام کا علم دیا۔ گویا یہ سب سے پہلا لباس شریعت تھا جو انسانیت پہن رہی تھی۔ پھر انبیاء تشریف لاتے رہے تو اس لباس شریعت کا سائز بڑھتا گیا، شریعت اور زیادہ کامل ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے تو انسانیت اپنی جوانی تک پہنچ چکی تھی۔ اس لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام شریعت کا ایک ایسا لباس لائے کہ قیامت تک اس کا سائز بدلنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا دین اسلام قیامت تک آنے والی انسانیت کیلئے کافی وافی اور شافی ہے۔

انبیائے کرام اور تخصیصِ علوم

دنیا میں انبیائے کرام مختلف علوم وفنون لائے۔ یوں سمجھئے کہ جیسے ایک ہی سکول میں مختلف مضامین کے استاد ہوتے ہیں۔ انہوں نے علم تو سارا پڑھا ہوتا ہے مگر کسی ایک مضمون میں تخصص کیا ہوتا ہے۔ کوئی ریاضی کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے، کوئی انگریزی کا، کوئی اسلامیات کا، کوئی سائنس اور کوئی اردو کا ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف انبیائے کرام شریعت کا علم تو لائے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی نہ کسی ایک علم میں تخصیص عطا فرمادی۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور علمِ مناظرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں علم مناظرہ لے کر آئے۔ مناظر کے لئے تین باتیں بڑی اہم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں غور وفکر کرنے کی عادت ہو،

دوسری یہ کہ اس کا اپنا دل مطمئن ہو اور تیسری یہ کہ جب مخالف کوئی بات کرے تو ایسا مسکت جواب دے کہ اس کی زبان بند ہو جائے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں تینوں خوبیاں تھیں۔ ان کے اندر غور وفکر کی اتنی عادت تھی کہ جب ستاروں کو دیکھا تو کہنے لگے، هٰذَا رَبِّىْ کہ یہ میرا رب ہے لیکن جب دیکھا کہ وہ غروب ہو گئے تو فرمانے لگے کہ غروب ہونے والا تو پروردگار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ رب نہیں ہے۔ اس کے بعد چاند طلوع ہوا اسے دیکھ کر فرمانے لگے هٰذَا رَبِّىْ کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا، یہ بھی پروردگار نہیں ہے۔ پھر سورج پر نظر پڑی تو فرمانے لگے هٰذَا رَبِّىْ هٰذَا اَكْبَرُ کہ یہ میرا رب ہے کیونکہ یہ بڑا ہے۔ فَلَمَّا اَفَلَتْ جب وہ بھی غروب ہوا تو فرمانے لگے کہ میں غروب ہونے والے کو پروردگار نہیں مانتا۔ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الانعام:۷۹)، میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جو زمین وآسمان کو پیدا کرنے والی ہے۔

مناظر کی دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز میں غور وفکر کر کے اطمینانِ قلب حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ نعمت بھی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے پوچھا، اے اللہ! كَيْفَ تُحْيِى الْمَوْتٰى آپ مردے کو کیسے زندہ فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا، اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا آپ اس بات پر ایمان نہیں رکھتے؟ عرض کیا، اے پروردگار! اس بات پر میرا پکا ایمان ہے۔ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ میں تو صرف دل کے اطمینان کے لئے پوچھ رہا ہوں، چنانچہ اللہ رب العزت نے چند مردہ پرندوں کو زندہ کر کے دکھا دیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اطمینان آ گیا تو اکیلے ہونے کے باوجود نمرود کے دربار میں مناظرہ کرتے ہیں اور اسے چپ کرا دیتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ نمرود نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور پوچھا کہ تم مجھے خدا کیوں نہیں مانتے؟ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، میرا خدا تو وہ ہے جو زندوں کو مار دیتا ہے اور مرے ہوؤں کو زندہ کر دیتا ہے۔ نمرود تو بہت ہی کم عقل انسان تھا، اگر عقل تھی بھی سہی تو اس نے سنبھال کے رکھی ہوئی تھی استعمال نہیں کرتا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ کام تو میں بھی کر لیتا ہوں۔ چنانچہ ایک بے گناہ آدمی کو بلا کر اس نے قتل کروا دیا اور ایک گنہگار کو بلا کر اسے معاف کر دیا، اور کہنے لگا، یہ زندہ اور مردہ کرنے والا کام تو میں نے بھی کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ گھی ٹیڑھی انگلی سے نکالنا پڑے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا، اچھا اِنَّ اللّٰهَ يَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ میرا پروردگار وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، اگر تیرا کچھ اختیار ہے تو سورج کو مغرب کی طرف سے طلوع کر کے دکھا، یہ سن کر نمرود بالکل ہی مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اس کے پاس کوئی جواب بھی نہ تھا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اور خوابوں کی تعبیر کا علم

سیدنا یوسف علیہ السلام اس دنیا میں علم تعبیر الرؤیا لے کر آئے۔ جسے خوابوں کی تعبیر کا علم کہتے ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں تھے اس وقت آپ نے دو آدمیوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔ تعبیر کے مطابق ان میں سے ایک قتل ہو گیا اور دوسرے کو معافی مل گئی۔

ایک دفعہ بادشاہ نے خواب دیکھا۔ اسے اس خواب کی تعبیر بتانے والا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ ایک آدمی نے بادشاہ سے کہا، بادشاہ سلامت! جیل میں ایک آدمی ہے میں اس سے اس خواب کی تعبیر پوچھتا ہوں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی ایسی تعبیر بتائی جو بادشاہ کے دل کو بھا گئی۔ حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آیا کہ بادشاہ نے اپنا تخت و تاج حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔

ایک اہم نکتہ

یہاں پر ایک نکتہ غور طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دو چیزوں میں امتیاز عطا کیا تھا۔ ایک حسن میں اور دوسرا علم التعبیر میں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی یوسف صبیح تھے۔ اتنے خوبصورت اور گورے چٹے تھے کہ زنانِ مصر دیکھ کر کہنے لگیں مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف:۳۱) کہ یہ کوئی انسان نہیں ہے بلکہ یہ تو کوئی مکرم فرشتہ ہے۔ جو دیکھتا تھا دل دے بیٹھتا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم عطا کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا (یوسف:۲۲) جب وہ بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے ان کو علم عطا کیا۔ اس میں کونسا علم خصوصیت کے ساتھ تھا؟ قرآن مجید میں ہے تاویل الاحادیث خوابوں کی تعبیر کا علم تھا۔

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب ان کو بھائیوں نے کنویں میں ڈالا اور وہ نکالے گئے تو نکالنے والوں نے ان کو بیچا۔ اس وقت ان کے پاس ان دو نعمتوں

میں سے ایک نعمت تھی ۔ حسن و جمال والی نعمت ۔ ان کو حسن و جمال ماں کے پیٹ سے ملا تھا اور جب اٹھتی جوانی ہو تو پھر تو حسن اور بھی دلکش ہوتا ہے ۔ ان کے پاس حسن کی انتہاء تھی ۔ اس وقت ان کو بیچا گیا ۔ ان کی قیمت بھلا کتنی لگی؟ قرآن مجید نے اس سوال کا جواب یوں دیا ۔ وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (یوسف: ۲۰) چند کھوٹے سکے ۔ معلوم ہوا کہ جب حسن علم سے علیحدہ ہوتا ہے تو اپنی قدر کھو دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں نمٹ حسن کی کوئی قیمت نہیں ۔ حسن والوں کے لئے کتنی عبرت کی بات ہے کہ حسنِ یوسف کی قیمت دو تین کھوٹے سکے لگ رہی تھی ۔ حسن کی پوجا کرنے والے چند کھوٹے سکے کی متاع کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں ۔ عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو علم عطا فرما دیا تو ان پر امتحان آیا ۔ بالآخر اللہ رب العزت نے ان کو اس آزمائش میں کامیاب فرما دیا ۔ جیل میں بھی گئے اور بالآخر ایک وہ وقت بھی آیا جب ان کو جیل سے نکالا گیا اور پوچھا گیا کہ اب قحط آئے گا تو آپ ہی بتائیں کہ ہم اس آزمائش کا سامنا کیسے کریں ۔ فرمایا اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ (یوسف: ۵۵) مجھے آپ فنانس منسٹر یعنی خزانوں کا والی بنا دیں ۔ چنانچہ ان کو فنانس منسٹر بنا دیا گیا ۔ اب دیکھیں کہ اللہ رب العزت علم کے ذریعے عزت دے رہے ہیں ۔ عزت بھی کیا ملی کہ تخت پر بیٹھ کر خزانے تقسیم کر رہے ہیں ۔

ایک وہ وقت بھی آیا جب بھائی غلہ لینے کے لئے آئے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک حیلے سے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا ۔ پھر دوبارہ بھائی آئے تو کہنے لگے ، يَآ اَيُّهَا الْعَزِيْزُ اے عزیز مصر! مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ

ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تنگدستی نے بے حال کر دیا ہے۔ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ ہم ایسی قیمت لائے ہیں جو پوری بھی نہیں۔ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ آپ ہمیں غلہ پورا دے دیں۔ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا۔ اور ہم پر صدقہ وخیرات کر دیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ میں بھی نبی علیہ السلام کا بیٹا ہوں اور یہ بھی نبی کے بیٹے ہیں اور یہ میرے سامنے کھڑے بھیک مانگ رہے ہیں تو اس وقت انہوں نے ان سے پوچھاما فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ تم نے یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ یہ سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں اور پوچھنے لگے، ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوسُفُ کیا آپ یوسف (علیہ السلام) ہیں؟ انہوں نے فرمایا انا يُوسُفُ ہاں میں یوسف ہوں وَ هٰذَا اَخِي اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرما دیا۔ اِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (یوسف:۹۰) کہ جو انسان اپنے اندر تقویٰ اور صبر وضبط کو پیدا کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتے۔

ہر دور اور ہر زمانے میں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح نفس کا پجاری بنے گا اللہ تعالیٰ اسے فرش پر کھڑا کریں گے اور جو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تقویٰ والی زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ اسے عرش (تخت) پر بٹھائیں گے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام اور زرہ بنانے کا علم

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لوہے سے زرہ بنانے کا علم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ (سباء: ۱۰) کہ ہم نے ان کے

لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ وہ لوہے کی کڑیاں بناتے تھے۔ پھر ان کو جوڑ کر زرہ بناتے تھے جو اس دور میں جنگ میں کام آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ خاص علم دیا تھا جس کا تذکرہ اللہ رب العزت نے قرآن میں یوں فرمایا وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ (الانبیاء: ۸۰) کہ ہم نے ان کو لباس (زرہ) بنانے کا علم دیا۔ اس علم کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان کو شاہی عطا فرمائی۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے والد تو بادشاہ نہیں تھے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور پرندوں سے ہمکلام ہونے کا علم

ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی تھے اور وقت کے بادشاہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی شاہی دی جو دنیا میں نہ کسی کو پہلے ملی اور نہ بعد میں ملے گی۔ ان کی شاہی انسانوں پر بھی، جنوں پر بھی، پرندوں پر بھی، مچھلیوں پر بھی، اور ہوا پر بھی تھی۔ ان کو بھی ایک خاص علم دیا گیا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (النمل: ۱۶) اے انسانو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پرندوں کے ساتھ ہمکلام ہونے کا علم عطا فرمایا ہے۔

ایک دفعہ انہوں نے اپنے لشکر میں دیکھا کہ ہد ہد نہیں تھا۔ یہ ہد ہد پرندہ اپنی چونچ سے زمین میں سوراخ کر کے بتاتا تھا کہ وہاں پانی سطح زمین سے قریب ہے یا نہیں۔ جب انہوں نے اسے غیر حاضر پایا تو فرمایا کہ یا تو یہ کوئی معقول وجہ بتائے یا پھر اسے سزا ملے گی۔ اتنے میں ہد ہد آ گیا۔ اس نے آ کر کہا کہ جی میں آپ کے پاس قوم سبا کی ایک شہزادی کی خبر لے کر آیا ہوں۔ وہ سورج کی پرستش کرتی ہے۔

ہدہد پرندے میں علم کی وجہ سے جرأت

اب یہاں پر ذرا غور کیا جائے کہ کہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان اور کہاں چھوٹا سے ہدہد پرندہ۔ چونکہ اس کے پاس علم تھا اس لئے وہ بڑھ بڑھ کر بول رہا تھا۔ اس نے کہا اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ (النمل:۲۲) میں وہ جانتا ہوں جو آپ نہیں جانتے اور میں قوم سبا کی ایک ٹھوس خبر لایا ہوں۔ اس پرندے کی کیا اوقات تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بولے۔ مگر علم اس کو جرأت دے رہا تھا۔ چنانچہ اس کی خبر پر خطوط بھیجے گئے۔ بالآخر وہ وقت آیا کہ ملکہ بلقیس خود آنے لگی۔

آصف بن برخیا کا مقام

جب ملکہ بلقیس آرہی تھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا جی چاہا کہ میں اس کے آنے سے پہلے اس کا تخت منگوالوں۔ چنانچہ جب دربار لگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (النمل: ۳۸) کہ تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے میرے پاس لاکر حاضر کردے؟ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ جنوں میں سے عفریت نامی ایک جن تھا، وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا، اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (النمل:۳۹) میں وہ تخت آپ کی محفل برخاست ہونے سے پہلے آپ کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یوں تو بہت دیر ہو جائے گی، مجھے تو پہلے چاہئے۔ اس بات پر جن بھی چپ ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ کیا کوئی اور ہے جو یہ کام کرکے دکھائے۔

بالآخر ان کی محفل سے آصف بن برخیا نامی ایک آدمی کھڑا ہوا۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ کہا اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ علم کی شاہی دیکھئے، علم کی طاقت دیکھئے۔ وہ کہنے لگا اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت آپ کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (النمل: ۴۰) حضرت سلیمان علیہ السلام نے پلک جھپک کر دیکھا تو تخت موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔ اس سے علم کی طاقت کا اندازہ کیجئے کہ جو کام جن بھی نہ کر سکے وہ ایک عالم نے کر دکھایا۔

حضرت خضر علیہ السلام اور امور تلوینیہ کا علم

علم میں اتنی عظمت ہے کہ ایک غیر نبی کو ایک نبی علیہ السلام کا استاد بننے کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ نبی تو نہیں تھے البتہ بڑے اولیاء میں سے تھے۔ ان کی نبوت میں اختلاف ہے مگر ان کی ولایت پر اتفاق ہے۔ وہ غیر نبی تھے مگر ان کے پاس ایک علم تھا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (الکہف: ۶۵) ان کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا کر دیا تھا۔ جو کہ تکوینی امور کے بارے میں تھا۔ ایک شریعت کا علم ہوتا ہے اور دوسرا تکوینی علم ہوتا ہے۔ تکوینی علم حاصل کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ یہ علم کائنات کا نظام چلنے سے متعلق ہے۔ ہمیں تو صرف شریعت کا علم حاصل کرنا ہے۔ انبیائے کرام شریعت کا علم لاتے رہے لیکن حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تکوینی علم تھا۔ ایک ایسا وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت

موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو بھیجا کہ آپ ذرا جا کران سے ملئے۔ یہاں یہ نکتہ غور طلب ہے کہ ایک نبی علیہ السلام ایک غیر نبی کے پاس علم پانے کے لئے تشریف لے گئے۔

عبادات کی تکمیل

پہلی شریعتوں میں عبادات جزوی طور پر تھیں جب کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ عبادات کامل ہوگئیں۔ مثلاً نماز پہلے بھی پڑھتے تھے مگر مکمل نماز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مکمل نماز دے دی۔ روزے وہ بھی رکھتے تھے مگر مکمل نہ تھے۔ اس امت کو مکمل روزے مل گئے۔ ایک مثال ذرا وضاحت سے سنئے کہ توحید کے قائل تو وہ بھی تھے لیکن ان میں تعظیمی سجدہ جائز تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ نے تعظیمی سجدہ کیا۔ اس امت کو بھی توحید کا سبق ملا لیکن اس کی تکمیل ہوگئی۔ یعنی وہ تمام چیزیں جن میں توحید کے خلاف کسی بات کا شک ہوسکتا تھا شریعت نے اس کو بھی بند کر دیا۔ مثلاً تصویر بنانا حرام قرار دے دیا تاکہ بت نہ بنائے جاسکیں اور تعظیمی سجدہ حرام کر دیا گیا تاکہ غیر کی عبادت نہ ہو سکے۔ گویا ہر وہ چیز جو توحید کے خلاف ہوسکتی تھی شریعت نے ان کی مبادیات کو بھی بند کر دیا۔ یہ ہے تکمیل جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدۃ:۳) (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی)

عالم کا مقام

میرے دوستو! اس دنیا میں علم کی شاہی ہے۔ بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ

اس دنیا میں علم کا راج ہے جب کہ علم پر میرے پروردگار کا راج ہے۔ **و فوق کل ذی علم علیم** چونکہ دنیا میں علم کا راج ہے اس لئے انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عزتیں بخشیں۔ یہ سلسلۂ نبوت تو نبی علیہ السلام پر آ کر مکمل ہو گیا مگر چونکہ یہ نعمت قیامت تک جاری وساری رہنی ہے اس لئے جو لوگ اس علم کو حاصل کریں گے اور آگے دوسروں تک پہنچائیں گے وہ علماء نبی علیہ السلام کے وارث کہلائیں گے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ **العلماء ورثة الانبياء** انہوں نے وہی کام کرنا ہے جو نبی علیہ السلام نے دنیا میں آ کر کیا۔ اس نسبت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان کی شان بڑھا دی۔ کام بھی بڑا اور مقام بھی بڑا۔ مقام اتنا بڑا بخشا کہ **فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد** ہزار عبادت گزار ہوں تو بھی ایک عالم ان سے زیادہ بھاری ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہزار عابد لوگوں کی بات ہو رہی ہے۔ آخر وہ بھی عبادت گزار تو ہیں ناں، فاسق وفاجر تو نہیں ہیں۔ ہزار عبادت گزار ایک طرف اور ایک عالم ایک طرف۔ یہ بات بندے کو تھوڑی دیر کے لئے حیران کرتی ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے مگر سمجھنی آسان ہے۔

غور کیجئے کے علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ رب العزت شہنشاہ حقیقی ہیں۔ لہٰذا جس میں علم والی صفت آ گئی اس میں شاہوں والی صفت آ گئی۔ اور عبادت غلاموں کا کام ہوتا ہے۔ اگر غلاموں کی تعداد ایک ہزار بھی ہو تو کیا وہ ایک بادشاہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **فضل العالم على العابد كفضلي على ادنكم** عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر

ہے۔

علمائے کرام کا فرض منصبی

علمائے کرام کا فرض منصبی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ ربانیون یعنی رب والے، جنہیں ہم اللہ والے کہتے ہیں۔ احبار، حبر کی جمع ہے جس کا مطلب ہے علماء۔ ان دونوں کا فرض منصبی کیا ہے؟ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (المائدہ:۴۴) ان کا کام کتاب اللہ کی حفاظت کرنا ہے۔ گویا علماء اور صلحاء نے قرآن مجید کی ہر ہر آیت پر ڈیرے ڈالنے ہیں اور ان کو محفوظ کرنا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کے پیغام کو دنیا کے ہر ہر بندے تک پہنچانا ہے اور کسی شریر کو اس میں اپنی مرضی شامل نہیں کرنے دینی۔ اس لئے علمائے کرام ہر اس بندے کے شر کو واضح کر دیتے ہیں جو تفسیر اور احادیث میں اپنی رائے کو شامل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ حق کو باطل سے واضح کر دیتے ہیں۔ علماء اور صلحاء کو پوری زندگی اس میں گزرنی چاہئے۔ لیکن اس کام میں تب آسانی ہوگی جب اخلاص کے ساتھ کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں۔ فرمایا کونوا ربنیین یہ امر کا صیغہ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ علماء کو فرما رہے ہیں کہ تم اللہ والے بن جاؤ۔ کیوں؟ اس لئے کہ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (آل عمران:۷۹) تم کتاب (قرآن مجید) پڑھاتے ہو اور تم تدریس کا یہ کام کرتے ہو، اس لئے تمہیں چاہئے کہ تم اللہ والے بھی بن جاؤ۔

علم کا مقصود

علمائے کرام جب بھی اخلاص کے ساتھ دین کا کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر وہی برکتیں نازل فرمائیں گے جو انبیائے کرام کی زندگیوں میں نازل ہوا کرتی تھیں۔ علم کا مقصود اخلاص ہے اور اخلاص کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دین کا کام خلوص سے چلتا ہے فلوس (پیسے) سے نہیں چلتا۔

اخلاص کا تاج محل

اکابرین علمائے دیوبند اللہ رب العزت کے چند مخلص لوگوں کی ایک جماعت کا نام ہے۔ ان کے دل میں دین کا درد تھا۔ انہوں نے ایسا کام کیا کہ ان کا فیض اس وقت پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

محترم جماعت! اللہ رب العزت کی رحمت اور اس کی مہربانی سے اس عاجز کو دین کی نسبت سے دنیا کے چالیس سے زیادہ ملکوں میں سفر کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ امریکہ بھی دیکھا، افریقہ بھی دیکھا، ملائشیا کے جنگلات بھی دیکھے اور رشیا میں سائبیریا کا علاقہ بھی دیکھا، وہ جگہیں بھی دیکھیں جہاں پر چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوتی ہے، اور وہ جگہ بھی دیکھی جس کو End of the world (دنیا کا آخری کنارہ) کہا جاتا ہے۔ وہاں پر حکومت نے لکھ کر لگایا ہوا ہے کہ یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے۔ وہ اس طرح کہ سال میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہاں سمندر کے کنارے پر دنیا کے لاکھوں ٹورسٹ (سیاح) موجود ہوتے ہیں۔ وہاں سورج غروب ہونے کے لئے آتا ہے تو غروب ہوتے ہوتے غروب نہیں ہوتا بلکہ پھر طلوع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لاکھوں سیاح یہ

نظارہ وہاں پر دیکھتے ہیں اس لئے اس جگہ کو دنیا کا آخری کنارہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو اس جگہ پر بھی پہنچنے کی سعادت عطا فرمائی لیکن ایک بات عرض کرتا ہوں کہ یہ عاجز جہاں بھی گیا، مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، پہاڑ تھے یا میدان، جنگل تھے یا صحرا، جہاں بھی گیا اس عاجز نے علمائے دیوبند کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند وہاں دین کا کام کرتے دیکھا۔

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں ایک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
عابد کے یقین سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل
کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں

فیض کے چلنے کی ایک اہم شرط

دین کا کام ہو ہی تب سکتا ہے جب دل میں خلوص ہو۔ فلوس کی نیت سے کریں گے تو فیض نہیں چلے گا۔ اللہ کی رضا کے لئے کریں گے تو اللہ تعالیٰ فیض چلا دیں گے۔ فیض کا چلنا برکت کا دوسرا نام ہے۔ ہر بندے کا فیض بھی نہیں چلتا۔ صرف اسی کا فیض چلتا ہے جس کی اللہ رب العزت کے ہاں قبولیت ہو جاتی ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کا فیض

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اکابرین علمائے دیوبند کے ایک فرد فرید

تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کو دین کا درد دیا تھا۔ انہوں نے دین کا کام کیا اور اس کے لئے قربانیاں دیں۔ اللہ رب العزت نے ان قربانیوں کی وجہ سے ان کو ایسے شاگرد دیئے جنہوں نے آگے دین کا خوب کام کیا۔ آپ شیخ الہندؒ کا کوئی بھی ایسا شاگرد نہیں دکھا سکتے جس نے اپنی زندگی میں دین کا کام نہ کیا ہو۔ ان کے شاگردوں میں سے حضرت سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، اور حضرت محمد اشرف علی تھانویؒ زیادہ مشہور ہوئے۔ شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں سے ایک غیر معروف شخصیت کا تذکرہ آج آپ کے سامنے کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو کچھ نئی باتیں معلوم ہوں۔

حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ کا مقام

ملتان سے آگے شجاع آباد کے علاقہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ جن کا نام حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ تھا۔ پونٹہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے وہ اس گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے شیخ الہندؒ سے دورۂ حدیث کیا۔ ان کو شیخ الہندؒ سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ حضرت جس راستے سے دارالحدیث میں آیا کرتے تھے یہ رات کو چھپ کر اس راستے کو اپنے عمامہ کے ساتھ جھاڑو کیا کرتے تھے۔ وہ اس لئے چھپتے تھے تاکہ دوسرے طلباء ان کو دیکھ نہ لیں۔

ایک مرتبہ شیخ الہندؒ نے ان کو عمامے سے جھاڑو دیتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے پوچھا، غلام رسول! یہ کیا کر رہے ہو؟ بالآخر بتانا پڑا۔ شیخ الہندؒ نے خوش ہو کر ان کو دعا دے دی۔ بس استاد کی دعا شاگرد کے کام آ گئی۔

ایک ہوتا ہے دعائیں کروانا اور ایک ہوتا ہے دعائیں لینا۔ ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ دعائیں کروانا تو یہ ہوا کہ بیٹا کہے، امی! میرے لئے دعا کر

دیں، ابو! میرے لئے دعا کر دیں، حضرت! میرے لئے دعا کر دیں۔ اور دعا لینا یہ ہوتا ہے کہ انسان اتنا نیک اور مؤدب بنے کہ اس کی نیکی کو دیکھ کر اس کے بڑوں کے دل سے دعائیں نکل رہی ہوں۔ آج کے دور میں دعائیں کروانے والے بڑے ہوتے ہیں مگر دعائیں لینے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین صحابہ کرامؓ تھے۔ تینوں کی اٹھتی جوانیاں تھیں اور تینوں کا نام عبداللہ تھا۔ یہ ایسے عباداللہ تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں علم حاصل کرنے کے لئے اور آپ کی خدمت کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے شوق اور جذبے کو دیکھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل اتنا خوش ہوتا کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز میں ان کا نام لے لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں فرماتے تھے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کی دعائیں ایسی قبول ہوئیں کہ ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر امتیازی شان عطا کی۔ ان میں سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام الفقہاء بنے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ امام المفسرین بنے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ امام المحدثین بنے۔

حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ نے بھی شیخ الہندؒ سے دعا لی اور ان کا فیض چلا۔ شجاع آباد سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا گاؤں پونٹہ تھا۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''شرح مائۃ عامل پونٹوی'' ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ علماء کی نظر سے وہ کتاب گزری ہو۔ طلباء شجاع آباد شہر میں بس سے اترتے اور تیس کلومیٹر پیدل چل کر اپنا بستر اور سامان اپنے سروں پر رکھ کر پونٹہ جایا کرتے تھے۔ ان کے پاس تقریباً ساڑھے تین سو شاگرد ہوتے تھے۔ ان کا بھی

خوب فیض پھیلا۔

ان کے دوشاگردوں کا نام عبداللہ تھا۔ایک عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حافظ الحدیث تھے اور دوسرے حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ جوشجاع آباد کے شیخ تھے۔وہ ہزاروں علماء کے شیخ تھے۔ان کا درس قرآن بہت معروف تھا۔

حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ ایک مرتبہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے۔اس وقت پاکستان کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔اس وقت حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے ان کو شمس النحاۃ کے لقب سے پکارا۔ اتنے علماء کی محفل میں جن کو شمس النحاۃ کہا جائے ان کے علم کا کیا عالم ہوگا۔وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ اگر پوری دنیا سے شرح جامی کو ضبط کر لیا جائے اور کوئی بندہ میرے پاس آ کر کہے کہ حضرت! مجھے شرح جامی کی ضرورت ہے تو میں شرح جامی کو متن اور اس کے حاشیہ کے ساتھ دوبارہ لکھوا سکتا ہوں۔

حضرت خواجہ عبداللہ بہلویؒ کا فیضانِ صحبت

اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ عبداللہ بہلویؒ کا فیض علماء میں بہت زیادہ جاری فرمایا۔وہ رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر کروایا کرتے تھے۔تین تین سو علماء ان کے پاس رہ کر تربیت پاتے تھے اور دورۂ تفسیر کیا کرتے تھے۔ان کے فیض صحبت کا یہ عالم تھا کہ ایک عالم ان سے بیعت تھے وہ خود کہنے لگے کہ میں حضرت کو ملنے کے لئے گیا۔میں نے تھوڑی دیر کے بعد اجازت مانگی۔حضرت فرمانے لگے کہ اگرچہ آپ درس تدریس میں مشغول ہیں، پھر بھی کچھ وقت آپ میرے پاس بھی رہیں۔میرے دل میں یہ بات آئی کہ جب میرے شیخ

رہنے کے لئے فرمارہے ہیں تو چلو میں رہ لیتا ہوں ۔ چنانچہ میں نے کہا، حضرت! میں تین دن رہتا ہوں ۔ شیخ فرمانے لگے، بہت اچھا ۔ میں تین دن ان کی صحبت میں رہا، اس کی برکت سے میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جب واپس گھر کو لوٹا تو تین سال میں ایک بار بھی تہجد قضا نہ ہوئی ۔ حالانکہ اس سے پہلے میں نے تین دن متواتر کبھی تہجد نہیں پڑھی تھی ۔

محنت کی چکی

دین کے لئے انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے ۔ چکی پیسنی پڑتی ہے ۔ اس کو پیسے بغیر کسی کا فیض جاری نہیں ہوا ۔ آپ کسی بھی بزرگ کے حالات زندگی پڑھ کر دیکھ لیجئے جتنا مجاہدہ زیادہ کیا ہوگا اللہ رب العزت نے اتنا ہی فیض زیادہ جاری کیا ہوگا ۔ مثل مشہور ہے کہ جتنا گڑ ڈالیں گے اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے ۔ اسی طرح اس راہ میں جتنا مجاہدہ کریں گے اپنی آسائش اور آرام کو دین کے تقاضوں پر قربان کریں گے اتنے ہی اس کے ثمرات ملیں گے ۔

رب لئی تج کرنا پیندا ہے آسائشاں نوں آراماں نوں
کنڈیاں تے چلنا پیندا ہے گلبدناں نوں گلفاماں نوں

اللہ کے دین کے لئے آسائش و آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے ۔ اور بڑے بڑے نازنینوں کو بھی کانٹوں پر چلنا پڑتا ہے ۔

احسان خداوندی

آپ حضرات جوان پہاڑوں کے اندر علم کا چراغ جلائے بیٹھے ہیں یہ اللہ رب العزت کی بڑی مہربانی ہے ۔ بلکہ یہ عاجز تو کہے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے

لاڈلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:۳۲) پھر ہم نے کتاب کا وارث بنادیا اپنے بندوں میں سے ان کو جو ہمارے چنے ہوئے تھے، جو ہمارے پسندیدہ تھے، جو ہمارے لاڈلے تھے۔ محترم علماء کرام اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ کمال والے کا کمال ہے کہ اس نے ہم جیسے لوگوں کو یہ کام عطا فرمادیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت ازو شناس کہ در خدمت گذاشتت

اے مخاطب! بادشاہ پہ احسان نہ جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے۔ ارے! اس کی خدمت کرنے والے لاکھوں ہیں، یہ اس کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کے لئے قبول فرمالیا ہے۔ اب یہ ہمارے ذمے ہے کہ ہم احسان شناسی کا مظاہرہ کریں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرنے کی کوشش کریں۔

خیر کے فیصلے

آپ دین کے کام کو اخلاص کے ساتھ کریں۔ ایک ایک بچے پر محنت کریں، دن میں اسے پڑھائیں اور رات کو اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی سنت ہے۔ اگر اس طرح کریں گے تو اللہ تعالیٰ خیر کے فیصلے فرمادیں گے۔ یہی ہمارے اکابرین کا طریقہ ہے۔ اور اسی طریقہ سے ان کو فیض آگے پھیلا ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کی استقامت

حضرت شیخ الہندؒ کو دین کے لئے بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات حکیم محمد اجمل کی کوٹھی پر ہوئی، غسل دینے والے نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ پر زخموں کے بڑے بڑے نشان ہیں۔ اس نے رشتہ داروں سے پوچھا۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا، لیکن کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ سب حیران تھے اہل خانہ سے بھی اس بات کو چھپائے رکھا، آخر یہ کیا معاملہ ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اس وقت کلکتہ گئے ہوئے تھے۔ ان کو شیخ الہندؒ کی وفات کا پتہ چلا تو وہاں سے جنازہ میں شرکت کے لئے آئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ بتائیے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت مدنیؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے، یہ ایک راز تھا اور حضرت نے منع فرما دیا تھا کہ میری زندگی میں تم نے کسی کو نہیں بتانا، اس لئے یہ امانت تھی اور میں بتا نہیں سکتا تھا، اب تو حضرت وفات پا گئے ہیں لہٰذا اب تو میں بتا سکتا ہوں۔ وہ فرمانے لگے کہ جب ہم مالٹا میں قید تھے، اس وقت حضرتؒ کو اتنی سزا دی جاتی، اتنی سزا دی جاتی کہ جسم پر زخم ہو جاتے تھے۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ فرنگی انگارے بچھا دیتے اور حضرت کو اوپر لٹا دیتے تھے۔ جیل کے حکام کہتے کہ محمود! صرف اتنا کہہ دو کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں۔ آپ کو ہم اتنا کہنے پر چھوڑ دیں گے۔ مگر حضرت فرماتے کہ نہیں، میں یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ وہ ان کو بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے۔ حضرت جب اپنی جگہ پر رات کو سونے کے لئے آتے تو سو بھی نہیں سکتے تھے۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے بھی تکلیف اور ادھر سے بھی

اذیتیں ۔ہم لوگ حضرت کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے ۔ہم نے ایک دن رو کر کہا، حضرت! آخر امام محمدؒ نے ''کتاب الحیل''، لکھی ہے لہٰذا کو ئی ایسا حیلہ ہے کہ آپ ان کی سزا سے بچ جائیں ۔حضرت نے فرمایا، نہیں ۔ا ۔ ن پھر حضرت کو سزا دی گئی ۔جب کئی دن متواتر یہ سزا ملتی رہی تو ایک دن ایک فرنگی کھڑا ہو کر کہنے لگا، تجھے ہے کیا، تو یہ کیوں نہیں کہنا چاہتا کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں؟ اس وقت حضرتؒ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں کہنا چاہتا کہ میں اللہ کے دفتر سے نام کٹوا کر تمہارے دفتر میں نام نہیں لکھوانا چاہتا۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرتؒ آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کو اذیت ناک سزا دی گئی ہے ۔ہم حضرت کے ساتھ تین چار شاگرد تھے ۔ہم نے مل کر عرض کیا، حضرت! کچھ مہربانی فرمائیں ۔اب جب حضرت نے دیکھا کہ مل کر بات کی تو ان کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے ۔فرمانے لگے، حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلالؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیبؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت سمیہؓ، میں روحانی بیٹا ہوں امام مالکؒ کا جنہیں منہ پر سیاہی مل کر مدینہ کے اندر پھرایا گیا، میں روحانی بیٹا ہوں امام ابو حنیفہؒ کا کہ جن کی لاش جیل سے باہر نکلی، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبلؒ کا کہ جن کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو بھی مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانیؒ کا کہ جن کو دو سال کے لئے گوالیار کے قلعے میں قید رکھا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا کہ جن کے ہاتھوں کو کلائیوں کے قریب سے توڑ کر بیکار بنا دیا گیا تھا، حسین احمد! کیا میں ان فرنگیوں کے سامنے شکست تسلیم کرلوں، نہیں، یہ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں مگر دل سے

ایمان نہیں نکال سکتے ۔ سبحان اللہ، جب ایسی استقامت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فیض بھی جاری فرما دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی استقامت اور اخلاص کے ساتھ دین کا کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین